سوال

(19) مولانا ثناء اللہ امرتسری

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے بعض مقام پر تفسیر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کی ہے۔ اکابر علماءِ خاندان غزنویہ و دیگر علماء اہل حدیث نے مولانا موصوف کو توجہ دلائی ہے۔ مگر انہوں نے اپنی اغلاط سے رجوع نہیں کیا۔ ان اغلاط کی روشنی میں ان کو اہل حدیث کہا جاسکتا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مولوی ثناء اللہ صاحب کا دعوی ہے کہ میں اہل حدیث ہوں۔ لیکن طرز عمل ان کا اہل حدیث کے خلاف ہے۔ تو پھر اہل حدیث ہونے کا دعوی ان کے منہ سے کس طرح زیبا ہوسکتا ہے۔ اہل حدیث تو قرآن وحدیث کے بعد اقوال سلف کو لیتے تھے۔ آپ اقوال سلف کی پرواہ نہیں کرتے۔ دیکھیے تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں اور دیگر کئی رسائل میں اس نے کس طرح سلف کی مخالفت کی ہے۔ ہم اس کی چند مثالیں نقل کئے دیتے ہیں۔ ان پر غور کرکے بتلائیں کیا وہ اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔

مثلاً انہوں نے اپنی ''تفسیر القرآن الرحمن'' فی لوح محفوظ کے معنی فی علمہ سبحانہ یعنی الہی کے لکھے ہیں۔ تو یہ عرب اول یعنی صحابہ نے نہیں سمجھے بلکہ وہ تو اس سے تختی سمجھتے رہے۔ جس میں خیر و شر لکھی ہوتی ہے۔

اسی طرح انہوں نے اپنی تفسیر مذکور میں والناس الحدید کے معنی یہ لکھتے ہیں

وعلمناہ الانة الحدید

(یعنی داؤدؑ کو لوہے کے نرم کرنے کا طریقہ سکھایا یعنی آگ کے ساتھ) حالانکہ یہ معنی اہل زبان صحابہ نے نہیں سمجھے۔ وہ تو یہی سمجھتے رہے کہ داؤدؑ کے

ہاتھ میں لوہا موم کیا۔

اسی طرح وہ عند سدرۃ المنتھی کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عند انتھاء مراتب الکمال لانسان

(یعنی انسان کے کمالات کے ختم ہونے کی جگہ) حالانکہ یہ معنی اہل زبان سے کسی نے نہیں سمجھے۔ وہ تو بیری سمجھتے رہے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم وغیرہ میں صاف حدیث موجود ہے۔

اسی طرح

''وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ''

کی تفسیر مقدار الاعمال بای وجہ کان کے ساتھ کی ہے۔ (یعنی اعمال کا اندازہ جس طرح ہو) اور

''وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ''

کی تفسیر حبطت اعمالھم کے ساتھ کی ہے (یعنی جن کے عمل حبط ہوگئے) حالانکہ سلف نے ان کے معنی یہ کہے ہیں۔ کہ اعمال تولے جائیں گے اور حدیثوں میں بھی اعمال کے تولے جانے کا بہت ذکر ہے۔

اسی طرح

''اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا''

کی تفسیر واحدا واحدا کے ساتھ کی ہے (یعنی ایک ایک پرندہ پہاڑ پر رکھ دے) گویا پرندوں کے ذبح سے انکار ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب الکلام المبین کے ص 27 میں لکھتے ہیں۔ حکم ہوا کہ چار جانور لیکران کو اپنے سے ہلا۔ پھر ان میں کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ میں رکھ کر ان کو بلا وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ انتہی اور الکلام المبین کے ص 29 میں لکھتے ہیں قرآن شریف میں حضرت مسیحؑ کے معجزات کے متعلق جہاں کہیں مردوں کے زندہ کرنے کا ذکر ہے وہاں باذن اللہ کی قید برابر لگائی جاتی ہے۔ تاکہ سامعین کو اشتباہ نہ ہو مگر یہاں پر اس کے برخلاف ہے۔ ایک تو یہ قید نہیں دوئم احیاء یعنی زندہ کرنے کا ذکر نہیں۔ سوئم بڑی بات یہ قابل غور ہے کہ آیت میں صرف اتنا مضمون ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہے کہ تو ان کو بلا بس تیرے بلانے ہی سے وہ تیرے پاس بھاگتے چلے آویں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جانوروں میں کوئی غیر معمولی حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی جس کی بابت خدا تعالیٰ کوئی مزید قید لگاتا۔ بلکہ صرف اتنی ہی تھی جو انسانی طاقت میں منحصر یہ کہ نہ قرآن میں نہ کسی حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ جانوروں کو حضرت ابراہیمؑ نے ذبح یا قطع کیا تھا۔ پھر بعد قطع ہونے کے وہ زندہ ہوئے تھے۔ انتہیٰ

اورالکلام المبین کے ص 33 میں لکھتے ہیں جانوروں کا مر کریا مقطوع ہوکرزندہ ہونا چونکہ نہ تو قرآن مجید کی نص سے نہ حدیث سے اس کا ثبوت ہے اس لیے میں نے یہ معنی کیۓ ہیں۔ انتہیٰ

غرض پرندوں کے ذبح ہونے سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو صاف انکار ہے۔ حالانکہ ابو مسلم معتزلی سے پہلے کسی نے پرندوں کے ذبح ہونے سے انکار نہیں کیا۔

اسی طرح تفسیر مذکور میں

’’وَظَلَّلنا عَلَيكُمُ الغَمامَ‘‘

کے معنی یہ لکھے ہیں

’’وَأَرسَلنَا السَّماءَ عَلَيهِم مِدرارًا‘‘

(یعنی ہم نے ان پر بارش اتاری) حالانکہ سلف نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کیا اور یہ موسیٰ کا معجزہ تھا۔

اسی طرح

’’فَبَدَّلَ الَّذينَ ظَلَموا‘‘

کی تفسیر یوں کی ہے ای خالفوا ما امروا بہ من التوکل والاستغفار (یعنی ان کا بات کو بدلنا یہ تھا کہ توکل اور استغفار کا جو حکم ہوا تھا اس کی مخالفت کی) حالانکہ حدیث میں بدلنے کی تفسیر یہ کی ہے۔ کہ سجدے۔ ۔ کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حطۃ کی جگہ حنطتہ کہا۔

اسی طرح قالت ہو من عنداللہ کی جگہ پھلوں کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

کانت تنسب ما کان عندہا الی اللہ لقولہ تعالی وما بکم من نعمۃ فمن اللہ

(یعنی جو مریم علیہا السلام کے پاس تھا) اس کو اللہ کی طرف نسبت کرتی تھی کیونکہ سب نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ تو گویا مریم علیہا السلام کی کرامت ثابت نہیں ہوئی۔ اسی واسطے حاشیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ

فلیس فیہ دلیل علی ان مریم الصدیقۃ کان یاتیہا فاکہۃ الصیف فی الشتام وفاکہۃ الشتاء فی الصیف۔

’’اس آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ مریم علیہا السلام کے پاس گرمی کے میوے سردی میں اور سردی کے میوے گرمی میں آتے تھے۔‘‘

اسی طرح :

''حَتّیٰ یَأْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْکُلُہُ النَّارُ''

کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای بحرقہ الکاہن بالنار (یعنی قربانی کو کاہن آگ کے ساتھ جلادے) حالانکہ سلف نے اس کی تفسیر آگ آسمانی کے ساتھ کی ہے۔

اسی طرح :

''یَوْمَ یَأْتِی بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ لَا یَنفَعُ نَفْسًا إِیمَانُہَا''

کی تفسیر میں یوم الموت لکھتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ شمس کا طلوع مغرب سے مراد ہے۔

اسی طرح :

''وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ''

کی تفسیر تذکرہ حین غفلۃ کے ساتھ کی ہے (یعنی پہاڑ اور پرندے داوٗد علیہ السلام کو غفلت کے وقت یاد دلاتے تھے) پھر اس پر یہ شعر پیش کیا ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یعنی پہاڑوں اور پرندوں کا داوٗد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنا یہی تھا کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ تو گویا داوٗد علیہ السلام کا کوئی معجزہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ تمام صلحاء کا یہی حال ہے۔

اسی طرح :

''فَاتَّخَذَ سَبِیلَہُ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا''

کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

''شقا کما یسبح الحوت سجا طبعیا''

(یعنی مچھلی جیسے طبعی طور پر تیرتی ہے ویسی تیری) (یعنی اس کے تیرنے سے پانی میں سرنگ نہیں بنی) اسی واسطے

''فَاتَّخَذَ سَبِیلَہُ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا''

کی تفسیر میں لکھتے ہیں تعجب یوشع من سرعتہ (یعنی یوشع نے مچھلی کی تیز رفتاری سے تعجب کیا) حالانکہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ کہ سرنگ کی وجہ سے تعجب ہوا تھا۔ نیز مسلم بخاری کی روایت میں ہے کہ مردہ تھی خضر علیہ السلام کی جگہ پہنچے تو زندہ ہو کر پانی میں داخل ہوگئی۔ مولوی ثناء اللہ اس سے صاف

انکاری ہیں۔ چنانچہ ترکِ اسلام طبع اہلحدیث امرتسر ص 113 میں دہرم پال آریہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''بتلایئے اس آیت میں بھنی ہوئی کس لفظ کا ترجمہ ہے۔'' انتہیٰ

پھر آگے چل کر ص 114 میں لکھتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سفر کو چلے تو خدا کے حکم سے ایک مچھلی کو پانی کے برتن میں رکھ لیا۔

پھر اسی صفحہ میں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔ اصل میں آپ بھی معذور ہیں قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں۔ معمولی انگریزی یا اردو میں ترجمہ دیکھا اور کسی غیر محقق واعظہ یا محلہ کی کسی بڑھیا سے سن لیا کہ مچھلی بھنی ہوئی تھی۔'' انتہیٰ

ناظرین خیال فرمائیں کہ کس قدر دلیری کے کلمے ہیں۔ گویا نبی علیہ السلام کے ارشاد مبارک کو کسی واعظ غیر محقق کا یا محلہ کی کسی بڑھیا کا منقولہ بتاتے ہیں۔ معاذاللہ

یہ چند مثالیں بطور مشتے نمونہ ازخروارسے ہم نے ذکر کی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں جن میں انہوں نے سلف کے بلکہ حدیث کے بھی خلاف تفسیر کی ہے۔ بلکہ خلاف کرنا تو کجا خلاف کرنے کو دیوانوں کا ھوّا کہا ہے۔ چنانچہ خاندان غزنویہ نے جب ان کو یہ الزام دیا کہ آپ کی تفسیر مفسرین (سلف) کے خلاف ہے تو وہ ان کے جواب میں ''الکلام المبین'' کے ص 68 میں لکھتے ہیں۔ ''مفسرین کے خلاف کا ذکر تو دیوانوں کا ھوّا ہے اس سے تو نابالغ ڈرا کرتے ہیں۔ (انتہی) (عبداللہ امرتسری)

اب بتلائیے کہ ان کے اہلحدیث ہونے کے دعوی میں اور مقلدین بلکہ متعصبین کے اس دعوی میں کہ ہمارا فرقہ قدیمہ ہے کیا فرق ہے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفاء کو دیکھ کر بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تقلید شخصی

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو ایک خط لکھا جس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ میلاد مروجہ میں ذکر ولادت کے علاوہ بہت سی تخصیصات اور قیودات ہیں۔ جیسے خاص دنوں میں ہونا۔ مجمع میں ہونا۔ اس کے لیے فرش وفروش اور روشنی کا انتظام ہونا۔ ذکر کے لیے خاص طریق مقرر ہونا اور پھر ایک موقعہ پر پہنچ کر سب مجمع کا کھڑے ہوجانا۔ اس قسم کی تخصیصات اور قیودات کی وجہ سے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو کچھ اشتباہ ہوگیا۔ اس اشتباہ کو دور کرنے کے لیے انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب کو یہ خط لکھا جس کے ضمن میں تقلید کا ذکر بھی آگیا۔ یہ خط بہت طویل ہے۔ ہم بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد مولوی رشید احمد صاحب کا جواب نقل کریں گے۔ انشاء اللہ

مولوی اشرف علی صاحب کے خط کی نقل

''اب اس وقت دو امر قابل عرض ہیں کہ تقلید مطلق کی آیا مطلقاً ممانعت ہے یا جبکہ اس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جائے یعنی اگر مطلق واجب تھا تو

قیدکو بھی واجب سمجھاجائے اور اگر مندوب و موجب قرب تھا تو قیدکو بھی مندوب و موجب قرب سمجھاجائے ۔ درصورت اولی تقلیدات عادیہ میں شبہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قیدکو بناءً علی مصلحۃ تاعادت سمجھاجائے توفی نفسہ اسمیں قبح نہ ہوگا۔ اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہواس میں قبیح بغیرہ ہوگا لیکن اسکا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام باعلان کرتا رہے ۔ اس وقت بھی رہیگا یا نہیں؟ اگر نہیں رہیگا فبھا۔ اور اگر رہے گا تو اس صورت میں بعض اعمال میں جو عوام میں شائع ہورہے ہیں اور ظاہراً ان کی عقیدت میں ان کی نسبت غلوو افراط بھی ہے اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا اور عوام بلکہ خواص میں اس پر مفاسد بھی مرتب ہورہے ہیں۔ ایسے اعمال میں شبہ واقع ہوگا۔ مثلاً تقلید شخصی عوام میں شائع ہورہی ہے اور وہ اس کو علماً و عملاً اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گوکہ اس کے تمام عقائد موافق کتاب وسنت کے ہوں اور قدر بغض ونفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلاۃ فساق وفجار سے بھی نہیں رکھتے۔ اور خواص کا عمل وفتوے وجوب اس کا مؤید ہے گو خود ان کو علی سبیل الفرض اس قدر غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت ومنازعت ہوتی ہے جوکہ ممنوع ہے ۔ سو مؤدی الی الممنوع ممنوع ہوگا۔ پس اس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھاجاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء وکثرت روایات مذہب واحد میں اتفاق واتحاد پایا جاتا ہے ۔ غرض اتفاق واختلاف دونوں جگہ ہے اور مفاسد کا مترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا۔ بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے ۔ پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو خواہ دوسری دلیل قوی اس میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں۔ بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب وضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا۔ بلکہ کیف ما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا۔ اگر اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائرہ منحصر ان چاروں میں ہے ۔ مگر اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ھَوَایَ ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے ۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہوجائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہ ہوا۔ البتہ ایک واقع میں تلفیق کرنے کو منع لکھا ہے تاکہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہوجائے باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان ووجوب مشہور ومعمول ہے ۔ سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہوگا''؟ انتہی عبارتہ (تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ 130-131)

مولوی رشید احمد صاحب کا جواب

''از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانیدہ خط آپ کا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کرلیا اور قبول فرمالیا۔ البتہ تقلید شخصی کی نسبت کچھ تردّد آپ کو باقی ہے لہذا اس کا جواب لکھواتا ہوں مقید بامر مباح میں اگر مباح حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے اور اگر دونوں سے کوئی امر واقع ہوجائے تو ناجائز ہوگا۔ اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو۔ اب تقلید کو سنو۔ کہ مطلق تقلید مامور بہ ہے ۔

لقولہ تعالی ''فَاسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ''

اوربوجہ دیگر نصوص مگربعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بہ سبب اس کے لاأُبالی اپنے دین سے ہوجاتا ہے۔ اور اپنی ہوائے نفسائی کا اتباع گویا اس میں لازم ہے کہ طعن علماء مجتہدین وصحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے۔ ان امورکے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگرتم بغور دیکھوگے تو یہ سب امورتقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اوراس پران کا مرتکب ہونا آپ پر واضح ہوجائے گا۔ لہذا تقلید غیر شخصی اس بد نظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ ہوگئی۔ پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہوگئی اس واسطے کہ تقلید ماموربہ کی دو2 نوع ہیں۔ شخصی وغیر شخصی۔ شخصی بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجودخارج میں بدوں اپنے کسی فرد کے محال ہے۔-پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تواب شخصی معین ماموربہ ہوگئی اورجوچیزکہ خداتعالی کی طرف سے فرض ہواگراس میں کچھ مفاسد پیدا ہوں اوراس کا حصول بدون اسی ایک فرد کے ناممکن ہوتو وہ فردحرام نہ ہوگا بلکہ ازالہ ان مفاسد کا ان سے واجب ہوگا۔ اوراگرکسی ماموركی ایک نوع میں نقصان ہواوردوسری نوع اس نقصان سے سالم ہوتو وہی فرد خاصتہ ًماموربہ بن جاتا ہے۔ اوراس کے عوارض میں اگرکوئی نقصان ہو تواس نقصان کو ترک کرنا واجب ہوگا نہ اس فرد کا یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے۔ اسی واسطے تقلید غیر شخصی کوفقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے۔ مگرجوعالم غیر شخصی کے سبب بمتلاان مفاسد مذکورہ کا نہ ہواورنہ اس کے سبب سے عوام میں ہیجان ہواس کی تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہوگی۔ مگراتنا دیکھنا چاہیئے کہ تقلید شخصی وغیر شخصی دو نوع ہیں کہ شخصیت وغیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلیدکی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے۔ کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں پس اس کا حال قیود مجلس میلاد سے جدا ہے بادی النظرمیں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غورکیا جائے تو واضح ہے کہ ذکرولادت جداشئے ہے اورفرش فروش روشنی وغیرہ قیود مبجوثہ کوئی فصل ذکرکی نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدوں ان کے اوپرکے کلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہوچکا کہ جب تک اپنی حدپر ہوگا توجائز اورجب اپنی حدسے خارج ہواتوناجائز۔ اورامورمرکبہ میں اگرکوئی ایک جزوبھی ناجائزوحرام سے حرام ہوتا ہے۔ یہ کلیہ فقہ کا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس تقریرسے آپ کی اس طویل تقریر کا جواب حاصل ہوگیا ہوگا۔ جوآپ نے دوبارہ تقلید لکھی ہے لہذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے کیونکہ تم خود فہیم ہو۔'' انتہی کلامہ۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ 132-133)

محدث روپڑی صاحب فرماتے ہیں :

مولوی رشیداحمدصاحب کے جواب کاخلاصہ یہ ہے کہ آیۃ کریمہ :

''فَاسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ''

میں مطلق تقلید کا حکم ہے اوراس کی دونوع ہیں۔ شخصی اورغیر شخصی۔ غیر شخصی اگرچہ کچھ مدت تک جاری رہی مگربعدایک مدت کے اس میں مفاسد پیدا ہوگئے اس لیے یہ ممنوع ہوگئی اورتقلید شخصی واجب ہوگئی۔ کیونکہ مطلق تقلید کے اداکرنے کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے اوراس میں بھی کچھ مفاسدپیدا ہوں توان مفاسد کودورکرنا چاہیے۔ نہ کہ تقلید شخصی کوحرام کہا جائے۔

ناظرین خیال فرمائیے کہ اس جواب میں مولوی رشیداحمدصاحب نے کیسے آنسو پونچھے ہیں۔ اتنا خیال نہیں کیا کہ جب تقلید غیر شخصی مفاسدکی وجہ سے ممنوع ہوگئی توتقلید شخصی کیوں ممنوع نہ ہوگی اورجیسے تقلید شخصی سے پیداشدہ مفاسد دورہوسکتے ہیں توتقلید غیر شخصی سے مفاسدکیوں دورنہیں ہوسکتے ؟

اگر یہ خیال ہوکہ تقلید غیر شخصی میں مفاسد زیادہ ہیں تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ چنانچہ ہم نے تعریف اہلحدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے صفحہ 145 تک اس کی کافی تفصیل کی ہے اور مولوی اشرف علی صاحب کا مذکورہ بالا خط بھی اس کا شاہد عدل ہے بلکہ تقلید غیر شخصی میں قطعاً مفاسد نہیں کیونکہ خیر قرون کی روش ہے اور جو مفاسد مولوی رشید احمد صاحب نے ذکر کیے ہیں۔ وہ درحقیقت خیر قرون کی روش کی مخالفت سے پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ اس طرح سے مخالفت کی ہو کہ تقلید شخصی شروع کردی یا اس طرح سے مخالفت کی ہو کہ قرآن وحدیث کا مطلب سلف کے خلاف سمجھا ہو۔ اس طرح سے مخالفت کی ہو کہ اپنی پیدائش ،وفات ،بیاہ ،شادی وغیرہ میں افراط وتفریط سے کام لیا ہو۔ بہرصورت سب مفاسد کا منبع مخالفت سلف ہے۔ موافقت سلف اگر مفاسد کا منبع ہو تو ان کو خیر قرون کہنا ہی صحیح نہیں۔ کیونکہ خیر قرون کے معنے یہ ہیں کہ ان کی روش سب روشوں سے بہتر ہے۔

پھر اخیر میں مولوی رشید احمد صاحب نے میلاد مروجہ تقلید میں جو فرق بتلایا ہے کہ ذکر ولادت ان قیود کے بغیر ہوسکتا ہے اور تقلید کا وجود بدوں ان فصول وشخصیت اور غیر شخصیت کے محال ہے۔'' یہ بھی غلط ہے کیونکہ خیر قرون میں (حسب زعم ان کے) تقلید تھی اور شخصیت نہ تھی اور مقلدین میں تقلید ہے اور غیر شخصیت نہیں۔ پس دونوں کے بغیر تقلید کا وجود پایا گیا۔

اگر کہا جائے کہ دونوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ تقلید کا وجود ہو اور وہاں نہ شخصیت ہو نہ غیر شخصیت۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے شخصیت کے ساتھ غیر شخصیت کو لیا ہے اسی طرح میلاد میں قیود کے ساتھ غیر قیود کو لیا جائے تو تقلید میں اور میلاد میں کچھ فرق نہیں رہے گا۔ یعنی جیسے تقلید میں شخصیت اور غیر شخصیت سے ایک کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ذکر ولادت میں قیود اور غیر قیود سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ پس جیسے شخصیت غیر شخصیت فصل ہیں اسی طرح قیود وغیر قیود بھی فصل ہوں گے۔

یہ جواب تو مولوی رشید احمد صاحب کی روش کے موافق تھا اب اصل تحقیق سنیے:

اصل تحقیق

مولوی رشید احمد صاحب نے یہاں ڈبل غلطی کی ہے اور تقلید کی خاصیت ہی ایسی ہے کہ اس کے مرتکب کو سیدھی بات نہیں سوجھتی۔ کیونکہ تقلید خود ایک ٹیڑھا رستہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ شخصیت کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ جب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہو تو کسی شخص سے پوچھے غیر شخص سے نہ پوچھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شخصیت محل نزاع نہیں اور نہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو ہے شخص ہی ہے نہ کہ غیر شخص تو غیر شخص سے پوچھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ پوچھنے کے لیے ایک شخص کو معین کرلے۔ یعنی دل میں اس بات کا التزام کرلے کہ ہر مسئلہ فلاں شخص سے پوچھوں گا یہ شخصیت محل نزاع ہوسکتی ہے اور رہے۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس قسم کا التزام نہ کرے۔ خواہ ایک سے پوچھنے کا اتفاق ہو یا کئی ایک سے اتفاق ہو تو اس کا غیر شخصیت ہونا ظاہر ہے۔ اگر ایک سے اتفاق ہو تو اس کے غیر شخصیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے التزام نہیں کیا۔ مثلاً وہ ایک جگہ رہتا ہے اور وہاں ایک ہی عالم ہے تو اس سے ہمیشہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرلیتا ہے مگر دل میں یہ التزام نہیں کہ اگر کوئی دوسرا عالم یہاں آجائے یا مجھے دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہو تو پھر بھی اسی کا مسئلہ مانوں گا۔ تو یہ صورت غیر شخصیت ہی ہوگی کیونکہ اس شخص معین کا التزام نہیں کیا بلکہ اتفاق ایسا ہوگیا کہ وہ ایک ہی سے پوچھتا رہا۔

جب تخصیت کے دونوں معنے معلوم ہوچکے اور یہ بھی معلوم ہوچکا کہ دوسرا محل نزاع ہے نہ کہ پہلا تواب بتلائیے کہ اس التزام کو مسئلہ پوچھنے میں کیا دخل ہے ؟ ظاہر ہے کہ کوئی دخل نہیں جیسے میلاد مروج میں ذکر ولادت کے ساتھ قیود زائد لگے ہوئے ہیں ۔ جن کو مولوی رشید احمد صاحب نے امور منضمہ کہاہے ۔ اسی طرح کسی سے مسئلہ پوچھنے کے ساتھ اس قسم کا التزام ایک قید زائد یا امر منضم ہے ۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ میلاد مروج کو تو بدعت کہا جائے اور تقلید شخصی متنازعہ فیہ کو بدعت نہ کہا جائے ۔

منطقی اصلاحات میں ڈبل غلطی

مولوی رشید احمد صاحب نے اس جگہ منطقی اصلاحات میں بڑی ڈبل غلطی کی ہے ۔ خدا جانے مہارت نہ تھی یا تقلید کے اثر سے ایسا ہوا ۔ دیکھیے! شخصیت کے معنے میں دھوکہ کھا کر اس کو فصل قرار دینا تو الگ رہا اس کے مقابلہ میں غیر شخصیت کو بھی فصل قرار دے رہے ہیں ۔ حالانکہ غیر شخصیت مفہوم عدمی ہے جو کسی صورت وجودی شئے (تقلید) کا فصل بننے کے قابل نہیں ۔ پھر اس سے بڑھ کر دیکھیے یہ کس قدر غلطی کی ہے کہ فرماتے ہیں ۔ ''مطلق تقلید ماموربہ ہے

لقولہ تعالی ''فَاسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ''

اور اس کی دو نوع شخصی اور غیر شخصی قرار دی ہیں اور یہ خیال نہیں کیا کہ جس مطلق تقلید کا امر اس آیت میں ہے وہ غیر شخصی ہے ۔ کیونکہ التزام کی قید نہیں اور قرآن وحدیث میں جو قید نہ ہو اس قید کا اضافہ کرنا قرآن وحدیث کی مخالفت ہے ۔ تو پھر شخصی اس کا نوع کیسے بنی؟ اگر اس کو اصولی طور پر سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ : نورالانوار وغیرہ میں لکھا ہے کہ خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں ۔ جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے

''فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ''

اس آیت میں مطلق قرأت کا حکم ہے تو حدیث کے ساتھ اگر فاتحہ کی تعیین کی جائے تو یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو نسخ ہے ۔ پس اسی طرح تقلید شخصی کا ''فاسئلوا اہل الذکر'' کے خلاف سمجھنا چاہیے نہ کہ ماموربہ میں داخل ہے ۔ بلکہ زیادہ خلاف سمجھنا چاہیے ۔ کیوں کہ تقلید کی بابت تو کوئی حدیث بھی نہیں آئی ۔

اگر اور وضاحت کی ضرورت ہو تو سنیے :

عام بول کر خاص من حیث الخاص کا ارادہ کرنا مجاز ہے کیونکہ اس کی حیثیت سے یہ خاص لفظ کا موضوع نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ لفظ کو مجازی معنے پر حمل کرنا اس لفظ کی مخالفت ہے ۔ اسی لیے مجازی معنے کے لیے کوئی قرینہ قائم کرنا پڑتا ہے ۔ جب خاص کر یہ حالت ہے تو بتلایئے کہ تقلید شخصی (جس کی حقیقت میلاد مروج کی طرح امر منضم سے پیدا ہوئی ہے) اس آیت میں نوع ماموربہ کس طرح بنی ؟

جو کہنا ہے سو کہہ لیکن سمجھ کر مرد نعمانی چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اسی لیے تعریف اہلحدیث حصہ دوم میں صفحہ 83 سے 145 تک ہم نے بڑے زور وشور سے لکھا ہے کہ تقلید شخصی قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے اوراجماع صحابہ بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے ۔ اور یہ آیت کریمہ ''فاسئلوا اہل الذکر'' وغیرہ میں جس سوال کا ذکر ہے اول تو وہ تقلید ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی اتباع ہے اگر کوئی زورا زوری اس کا نام تقلید رکھ لے تو اس کی خوشی ۔ وہ خواہ مجتہد کو بھی مقلد کہہ دے کیونکہ مجتہد بھی قرآن وحدیث کی اتباع کرتا ہے ، سچ ہے ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرو کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایک بات یہاں اور سنیے :

جس تقلید کی نسبت اصل نزاع ہے وہ چار اماموں کی تقلید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کسی امام سے مسئلہ پوچھنے کے وقت یوں کہا جائے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ صاحبؒ کا یا فلاں امام کا ارشاد ہے ؟ اور آیۃ کریمہ ''فاسئلوا اہل الذکر'' میں جس سوال کا ذکر ہے اس کی صورت یہ ہے کہ علم نہ ہو تو کسی علم والے کو کہے کہ اس مسئلہ میں خدا رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے نہ کہ معصوم کی جگہ غیر معصوم .... امام ابوحنیفہؒ کو یا کسی اور امام کو دیکر یوں کہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا یا فلاں امام کا کیا ارشاد ہے ۔ اب بتلائیے کہ اس آیت کو تقلید متنازعہ فیہ سے کیا تعلق ؟ اگر امام صاحبؒ زندہ ہوتے تو ان سے یہی سوال ہوتا کہ اس مسئلہ میں خدا اور رسول ﷺ کا کیا ارشاد ہے ۔ اور اہل الذکر میں ذکر سے مراد کتاب اللہ ہے ۔ یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ خدا اور رسول ہی کا ارشاد پوچھے ۔ بلکہ ''ان کنتم لا تعلمون'' کے بعد بالبینات والزبر ہے ۔ وہ بھی اسی طرف اشارہ ہے اور مسلمان کی شان بھی یہی ہے کہ خدا اور رسول کا ارشاد پوچھے نہ یہ کسی امام کے مذہب کا التزام کرکے یوں سوال کرے کہ فلاں امام کا کیا ارشاد ہے ۔ پھر خدا جانے اس آیت کو محل متنازعہ فیہ میں کیوں پیش کیا جاتا ہے اس آیت میں نہ اس التزام کا کوئی ذکر ہے نہ اس طرح سوال کرنے کا کوئی اشارہ ہے ۔ ان باتوں پر اس آیت سے استدلال کرنا الفاظ آیت سے نہایت بعید ہے ۔ تعجب ہے کہ اصول فقہ میں تو خبرِ واحد سے مطلق کو مقید کرنے کی اجازت نہیں دی ۔ یہاں اپنی طرف سے ہی سب تصرفات ہو رہے ہیں ۔

جہاں ہمارا ذوالجلال گدھا خچر سبھی حلال

واللہ! ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ ایک کام رسول اللہ ﷺ دو طرح سے کرتے ہیں ۔ جیسے نماز سے سلام پھیر کر کبھی دائیں طرف منہ کرکے بیٹھنا کبھی بائیں طرف ۔ اس میں ایک جانب کا التزام تو شیطانی کام ہو جیسا کہ عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے ۔ اور ایک دوسرا کام جس پر عمل ہونا تو کجا قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے اوراجماع صحابہ بلکہ خیر قرون کی روش کے بھی خلاف ہے بلکہ اصول فقہ کے بھی خلاف ہے ۔ اس کو آج رحمانی کام کہا جاتا ہے بلکہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ درجہ تک پہنچایا جاتا ہے یعنی فرض خیال کیا جاتا ہے ۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ناظرین ! خیال فرمائیں کہ افتاء کے گدی نشینوں کی بے خبری آج کہاں تک نوبت پہنچا رہی ہے خیر اور علوم خاص کر قرآن وحدیث سے ان کی بے

خبری تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ تقلید کی اندھیری کوٹھڑی میں پڑے ہیں۔ مگر جب ہم ان کے اصول فقہ میں جو ان کے تقلیدی مذہب کی روح رواں ہے۔ کمزور پاتے ہیں تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

وباللہ التوفیق

فتاویٰ ابن باز

جلد اول